دائی سیجی

بالزاک
اور پری پیکر چینی درزن

انگریزی سے ترجمہ: عاصم بخشی

دائی سیجی

بالزاک اور پری پیکر چینی درزن

(ناول)

انگریزی سے ترجمہ:

عاصم بخشی

تعارف

دائی سیجی (Dai Sijie) کا جنم 1954 میں چین کے سیچوان صوبے کے شہر چینگ ڈُو میں پیدا ہوے۔ ان کے باپ اور ماں دونوں مغربی چین کی یونیورسٹی میں طبی علوم کے استاد تھے۔ دائی سیجی نے پڑھنے کا شوق ورثے میں پایا اور اس کے علاوہ بہت سے کاموں میں مہارت حاصل کی، جن میں درزی کا کام بھی شامل ہے۔ ماؤ کے ثقافتی انقلاب کے دوران، 1971 سے 1974 تک، دائی سیجی کو تعلیمِ نو کے لیے اسی صوبے کے ایک گاؤں میں بھیج دیا گیا۔ ان تجربات اور مشاہدات سے اس ناول میں بہت کام لیا گیا ہے۔ ۱۹۸۴ میں وہ ایک وظیفے پر فرانس چلے گئے اور فلم میکنگ کی تربیت حاصل کی۔ ناول نگار بننے سے پہلے انھوں نے تین فیچر فلمیں بنائیں (1989) *China My Sorrow*، *Moon Eater* اور *The Eleventh Child*. بالزاک اور پری پیکر چینی درزن ان کا پہلا ناول تھا جو انھوں نے فرانسیسی زبان میں لکھا اور 2000 میں شائع ہوا۔ 2002 میں اس کو بھی انھوں نے ایک فلم کی شکل دی۔ اس کے بعد ان کے دو اور ناول (فرانسیسی میں) شائع ہو چکے ہیں۔2007 *Once on a Moonless Night* میں اور2008 *The Aerial Acrobatics of Confucius* میں۔ دائی سیجی پیرس میں رہتے ہیں اور فرانسیسی میں لکھتے اور فلمیں بناتے ہیں۔

حصہ اول

گاؤں کا مکھیا جس کی عمر کوئی پچاس کے لگ بھگ ہو گی، کمرے کے وسط میں دہکتے آتشدان کے قریب آلتی پالتی مار ے میرے وائلن کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ لیو اور میں، یعنی اس پہاڑی گاؤں والوں کی نظر میں ہم دو ’شہری لڑکوں‘ کے سامان میں یہی وہ واحد چیز تھی جس سے بدیسی پن ٹپکتا تھا اور تہذیب کی بو آتی تھی، لہٰذا تجسس پر اکساتی تھی۔

اُس عجیب و غریب شے کا معائنہ آسان بنانے کے لیے ایک کسان لالٹین تھامے آگے بڑھا۔ مکھیا نے لالٹین تان کر سیاہ اندرونی خلا میں یوں جھانکا جیسے کسٹم کا کوئی افسر منشیات تلاش کر رہا ہو۔ میں نے اس کی بائیں آنکھ میں روشن لہو رنگ کے سے تین خون کے نشان دیکھے، ایک بڑا اور دو چھوٹے۔

وائلن کو اپنی آنکھ تک اٹھاتے ہوے مکھیا نے اس زور سے جھٹکا جیسے اسے یقین ہو کہ صوت دانوں میں سے کوئی چیز باہر گر پڑے گی۔ اس کی جانچ پڑتال اتنی تجسس بھری تھی کہ مجھے ڈر تھا کہیں وائلن کی تانتیں ہی نہ ٹوٹ جائیں۔

’شہری لڑکوں‘ کی آمد کے نظارے کے لیے تقریباً پورا گاؤں ہی پہاڑی پر چڑھ کر چوٹی پر موجود بانسوں پر کھڑے اس پایہ دار مکان تک آن پہنچا تھا۔ مرد، عورتیں اور بچے، کھڑکیوں سے چپکے، دروازے پر ایک دوسرے سے دھکم پیل میں مشغول اس پرہجوم کمرے میں امڈ آئے تھے۔ جب وائلن کو جھٹکانے سے کچھ نہ نکلا تو مکھیا نے صوت دانوں سے اپنے نتھنے لگا کر پوری قوت سے

سانس اندر کو کھینچا۔ اس کے بائیں نتھنے سے برآمد ہونے والے کئی لمبے کھردرے بالوں میں ہلکا سا ارتعاش پیدا ہوا۔

مگر اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔

اب اس نے ااپنی انگلیوں کی سخت پوریں ایک تانت پر پھیریں، پھر دوسری پر... تھرتھراہٹ کی عجیب وغریب آواز سے ہجوم جم سا گیا جیسے وہ آواز کسی خاص قسم کے ادب کی متقاضی ہو۔

’’یہ ایک کھلونا ہے،‘‘ مکھیا نے متانت سے کہا۔

اس فیصلے نے ہمیں گنگ کر دیا۔ لیو اور میں نے آنکھ بچا کر ایک دوسرے سے تشویش بھری نگاہوں کا تبادلہ کیا۔ حالات کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔

ایک کسان نے مکھیا کے ہاتھوں سے وہ ’کھلونا‘ پکڑا اور اس کی پشت پر اپنی بند مٹھیوں سے تھاپ لگاتے ہوے اپنے ساتھ کھڑے تماشائی کے حوالے کر دیا۔ کچھ دیر تک وائلن اسی طرح ہجوم کے ہاتھوں میں گھومتا رہا اور ہم دو کمزور، دبلے پتلے، تھکن سے چُور شہری لڑکے، جو دیکھنے والے کو ہنسی پر اکساتے تھے، نظرانداز کر دیے گئے۔ دن بھر پہاڑ سے لڑنے کے باعث ہمارے کپڑے، چہرے اور بال کیچڑ میں لت پت تھے۔ ہم کسی پروپیگنڈا فلم کے دو قابلِ رحم عسکریت پسند کردار لگتے تھے جنھیں کمیونسٹ مزارعوں نے گرفتار کر لیا ہو۔

’’ایک فضول کھلونا،‘‘ ایک عورت نے بھرائی ہوئی آواز میں تبصرہ کیا۔

’’نہیں،‘‘ مکھیا نے اس کی تصحیح کی، ’’ایک بورژوا کھلونا۔‘‘